اسلام کا نظامِ عدل اور تصورِ مساوات

اصولِ شرعیہ کی روشنی میں

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یوں تو تمام مہذب قوموں اور قابل ذکر مذاہب کا دعویٰ ہے کہ ہمارے یہاں "عدل وانصاف" کرنے کا حکم اور "مساوات انسانی" پر زور دیا گیا ہے۔ مگر جب ان کے خوشنما دعوے کو واقعات کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جاتا ہے۔ تو حقیقت اس سے مختلف نظر آتی ہے کہ انصاف کے نام پر کھلے ظلم عدل کے نام پر خالص جبر نیز مساوات کے بجائے اونچ نیچ کا کھلا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ اس کی مثالیں اور تفصیلات پیش کر کے مقالہ کو طول دینا وقت کو ضائع کرنے کے مرادف ہے اس لئے ان سب سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات بلکہ واجبات کے اندر عدل و انصاف اور مساوات کی جو اہمیت ہے اس پر نیز ان کی مصلحتوں پر علمی اور واقعاتی شہادتوں کا پیش کر دینا ہی بس مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں "عدل" کی اہمیت | شریعت اسلامی کی بنیاد وہ اساس جس کتاب پر ہے یعنی کتاب اللہ الحکیم اس میں متعدد آیتیں "عدل وانصاف" کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اس پر انتہائی درجہ میں زور دینے والے مضمون کی موجود ہیں سورہ نحل کی ایک آیت ہے جس میں متعدد اہم کاموں کا ایجابی وسلبی حکم دیا گیا ہے اور جو قرآن مجید کی جامع ترین آیتوں میں

شمار کی جاتی ہے جس کے بارے میں مشہور تفسیر روح المعانی میں ہے:۔[1]

قال غیرواحد من العلماء لو لم یکن فی القرآن غیرھذہ الآیۃ لکفت	علماء کی بڑی تعداد نے کہا ہے اگر قرآن میں صرف یہی آیت نازل ہوتی تو بھی (ہدایت کے لئے) کافی تھی۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے فقیہ الامت مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے:۔[2]

ان اجمع آیۃ فی القرآن فی سورۃ النحل "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ"	قرآن کی جامع ترین آیت سورۂ نحل میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ

اور اسی جامعیت کی بناء پر پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے جمعہ کے خطبہ کا مستقل جزء بنا دیا تھا[3] اس آیت میں سب سے پہلے عدل ہی کا حکم دیا گیا ہے (اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ) آیت میں "عدل" کا مشورہ نہیں تاکیدی حکم دیا گیا ہے (اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ) اور اس "امر" کی نسبت براہ راست خداوند ذوالجلال کی طرف کی گئی ہے جس کا بجز اس کے اور کوئی مقصد نہیں معلوم ہوتا کہ عدل کرنا اختیاری اور محض اخلاقی چیز نہیں ہے (جب کہ دوسرے مذاہب و اقوام کی عملی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے یہاں عدل کا درجہ بس گویا "اخلاقی" تھا) بلکہ قانونی ہے۔ جس کا بروئے عمل لانا ناگزیر ہے اور جس سے گریز سخت سزا کا موجب ہے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ کی،

---

[1] روح المعانی ص۲۲۰ ج۱۴ مطبوعہ دیوبند، [2] تفسیر ابن کثیر ص ۵۸۲ ج۲ ۔ مطبوعہ احیاء الکتب العربیہ مصر، [3] تفسیر القاسمی ص ۳۸۵۱ ج ۱۰

آیت میں اس کو تقویٰ کی کلید بتایا گیا ہے اور اس کے ترک پر وعید سنا کر خدا سے ڈرنے کی تائید کی گئی ہے (اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ) مائدہ کی اسی آیت میں ابتدائی حصہ میں لطیف انداز میں عدل نہ کرنے کے ایک فطری محرک (دشمنی) کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جو خود مستقل دلیل اس بات کی ہے کہ "الکتاب" اور "المیزان" کا عطا کرنے والا وہی ہے جو انسان کو وجود کی نعمت دینے والا ہے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا عدل کے تقاضوں کو پامال کرنے اور ظلم کا بازار گرم کرنے کی ایک اور نفسانی وجہ اپنوں کو فائدہ پہونچانا بھی ہے اس کی طرف بھی قرآن حکیم نے اشارۃً توجہ دلائی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ کیونکہ اپنے یا اپنوں کے خاطر ہی عموماً انسان جادۂ حق سے تجاوز کرتا اور دوسروں کے حق کے اعتبار سے ظلم و جور کی راہ اختیار کرتا ہے تو قرآن مجید ہی نے ان دونوں سرچشموں (محبت اور عداوت) کی نشاندہی کر دی جو عموماً بلکہ کلیۃً انسان کے لئے "عدل" کے تقاضے پامال کرنے اور ظلم کی راہ اختیار کرنے کا اصل سبب بنا کرتے ہیں۔ گویا اس طرح مرض کی نشاندہی کر دی گئی اور جب مرض کی جڑ کا پتہ چل جائے تو سب جانتے ہیں کہ اس کا علاج آسان اور اسے اکھاڑ پھینکنا سہل ہوتا ہے۔ ان دو آیتوں کے علاوہ بھی کئی آیتوں میں عدل و انصاف کا تاکیدی حکم مختلف اسالیب میں ملتا ہے خود اس تکرار میں بھی اہمیت و تاکید کا پہلو ہے کیونکہ قرآن مجید اساسی اور گویا دستوری کتاب ہے جس میں صرف اصولی اور بنیادی اجزا ہی کے بارے میں نہایت بچے تلے انداز میں گفتگو ہوتی ہے۔ تفصیلات اور غیر اہم اجزا زیر بیان نہیں ہوتے اس جیسی کتاب میں کسی چیز کا ذکر بار بار ہونا اس کی غیر معمولی اہمیت اور نمایاں حیثیت کا پتہ دیتا ہے ایسی چند آیتیں جن میں عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے بغیر کسی تشریح و تفسیر کے اختصار کی وجہ سے اور سماعت فرماتے چلیں

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (سورۃ النساء) اوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفساً الا وسعها وإذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى وبعهد الله أوفوا ذالكم وصّكم به لعلكم تذکرون (الانعام ایہ) اللہ اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے (اور آپ ہی کے واسطے اپنے تمام بندوں کو بھی) واستقم كما امرت ولا تتبع اهواءهم وقل آمنت بما انزل الله من كتاب وامرت لاعدل بينكم (شوریٰ ایہ)

اسلامی معاشرہ میں عدل کا مقام | قرآن مجید کے علاوہ اس مضمون کی احادیث نبویہ کا تو شمار ہی مشکل ہے جن میں عدل و انصاف کو اپنانے اور اس کے تقاضے پورا کرنے کی تاکید مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ ان سب باتوں کا تقاضہ ہے کہ قرآن پر ایمان لانے والی اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والی امت اور ان دو اصل سرچشموں سے ستفادہ مذہب "عدل و انصاف" کو وہ جگہ دے جو کسی بھی چیز کو نہ دی گئی ہو، چنانچہ ایسا ہی عملاً ہوا بھی یہ الگ بات ہے کہ امت کے ہر فرد کی حالت ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتی۔ شروع میں اطاعت کا جذبہ زیادہ اور تصلب شدید ہوتا ہے بعد میں وہ بات نہیں رہ جاتی ایسا فرق ہونا ایک طرح سے طبعی ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی جماعت یا مذہب اس فرق سے مستثنیٰ نظر نہیں آتا۔ لیکن بحمداللہ ملت مسلمہ کے ابتدائی دور (جنہیں خیر القرون کہا جاتا ہے جس کی نظیر بھی اس سے قبل یا بعد میں ملنا ناممکن ہے ان) کے بعد بھی اس امر کی رعایت اور اس پر اتنا عمل ملتا ہے کہ کوئی بھی قوم یا کسی بھی مذہب کے لوگ اپنی مذہب پسندی نیز اپنی تہذیب و ترقی کے بلند و بانگ دعاوی کے باوجود اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں اور کوئی قانون حتیٰ کہ آج کے سے "روشن" اور "مبنی بر انصاف" اور ترقی یافتہ دور کے نمونہ پیرا اور ترقی یافتہ قوانین، اس چودہ سو سالہ غیر متبدل قانون کے مقابلہ میں عدل و انصاف کے تقاضے ملحوظ رکھنے میں کھلے طور پر پیچھے نظر آتے ہیں۔

اسلام اور دیگر قوانین اسلامی قوانین کی برتری کے بارے میں شہید عبدالقادر عودہ نے کیا ہی خوب لکھا ہے اور کتنی سچی تصویر اپنی شہرہ آفاق کتاب "التشریع الجنائی" میں پیش کی ہے جس کے جستہ جستہ فقرے یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

لن اقارن بين القانون في القرن السابع الميلادي وبين الشريعة التي انزلت على محمد صلى الله عليه وسلم في اول هذا القرن ...... انما اقارن بين قانون متغير يتطور بسرعة حثيثا نحو الكمال حتى يكاد يبلغه كما قال وبين شريعة نزلت من ثلاثة عشر قرنا لم تتغير ولم تتبدل فيما مضى ولن تتغير او تتبدل في المستقبل

میں پہلی صدی ہجری میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شریعت نازل ہوئی، اس کا موازنہ ساتویں صدی عیسوی کے قانون سے ہرگز نہیں کروں گا بلکہ ایسے نئے "نمو پذیر" بدلتے ہوئے قوانین سے جو بڑی تیزی سے تدریج کمال کی طرف گامزن ہیں۔ اور جیسا کہ کہا جا رہا ہے کامل ہوا چاہتے ہیں ان کا تقابل تیرہ صدی پرانی اس شریعت سے کروں گا جو ماضی میں بھی نہیں بدلی اور نہ مستقبل میں بدل سکتی ہے۔

پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

فحين اذن حين نقارن انما نقارن بين احدث الآراء والنظريات في القانون وبين اقدمها في الشريعة ...... وسنرى وننسى من هذه المقارنة

تو ہمارا یہ موازنہ قانون کے جدید ترین نظریات و آرا اور شریعت کے قدیم ترین قوانین کے مابین ہوگا اور ہم خود محسوس کر لیں گے کہ قدیم اور غیر متغیر جدید اور متغیر قوانین سے کہیں

ان القدیم الثابت خیر من الحدیث المتغیر۔ | زیادہ بہتر ہیں ۔

اور پھر کچھ اور فرمانے کے بعد نہایت جزم اور مومنانہ عزم سے لکھتے ہیں :-

لکن الحدیث لن یتھیأ لہ	لیکن جدید قانون قدیم قانون کے
ان یصل الی مستوی القدیم	معیار تک ہرگز نہیں پہونچ سکے گا
اذا قورن ما یصنعہ الناس	جب بھی موازنہ مخلوق کے قوانین
بما صنعہ رب الناس لہ	کا خالق کے قوانین سے کیا جائیگا.

قبل اس کے عدل وانصاف کا تقاضا پورا کرنے والے شرعی قوانین یا اس پر امت مسلمہ نے جس طرح عمل کیا اس کے نمونے پیش کئے جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا عدل کی لغوی حقیقت اور معنوی وسعت پر بھی روشنی ڈالتے چلیں اہل علم ونظر اور فضلاء کے علم میں اضافہ کے لئے نہیں بلکہ موضوع کے ایک گوشہ کی تکمیل کی رعایت سے ۔

عدل کی لغوی تحقیق | لغات قرآنی کے بارے میں حجت سمجھے جانے والے محقق عالم (ابو القاسم الحسین بن محمد ابن الفضل) جو راغب الاصفہانی کے نام سے معروف ہیں وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "مفردات القرآن" میں "عدل" کے معنی تحریر فرماتے ہیں :-

العدالۃ والمعادلۃ لفظ یقتضی	عدالت اور معادلہ کے معنی مساوات
معنی المساواۃ	کے ہیں۔ عَدل اور عِدل قریب المعنیٰ
والعَدل والعِدل یتقاربان	ہیں لیکن عدل کا استعمال ان موقعوں
ولکن العدل یستعمل فیما	پر ہوتا ہے جو غور و فکر سے سمجھ میں
یدرک بالبصیرۃ کالاحکام	آتے ہوں جیسے کہ آیت اوعدل
وعلی ذالک قولہ او عدل	ذالک صیاما میں ہے۔ اس لئے

لہ التشریع الجنائی ص ۴-۵

ذالک صیاما فالعدل هو	عدل کے معنی ہوئے سب کے ساتھ
التقسیط علی سواء	برابر کا معاملہ کرنا۔

پھر عدل کی ایک قسم کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

مطلق (أی عدل مطلق) یقتضی	ایک قسم عدل مطلق کی ہے جس کے
العقل حسنہ ولا یکون فی شیء	بہتر ہونے کا عقل تقاضا کرتی ہو اور
من الازمنة منسوخا۔	جو کسی زمانہ میں منسوخ نہ ہو۔

اور ایک دوسری قسم کی تعریف و تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وعدل یعرف کونہ عدلا بالشرع	اور ایک عدل وہ ہے جس کا عدل ہونا شریعت سے معلوم ہوتا ہے۔

اور اس کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کالقصاص وأروش الجنایات	جیسے قصاص اور تعزیرات

آگے چل کر گویا اس بحث کا خلاصہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

العدل هو المساواة فی المکافاة[1]	عدل ادائیگی کے موقع پر مساوات کا نام ہے۔

ایک اور مشہور عالم ابو البقاء اپنی معروف کتاب "کلیات العلوم"[2] فصل العین میں فرماتے ہیں:۔

العدل اصلہ ضد الجور	عدل اصل میں جور کی ضد ہے۔

لیکن دراصل یہ عدل کا محدود مفہوم اور اس کے صرف ایک ہی گوشہ کی نقاب کشائی ہے کیونکہ اس کا مفہوم بہت وسیع اور گویا پوری شریعت اور اخلاق کے ہر ہر پہلو پر حاوی ہے

---

[1] المفردات فی غریب القرآن ص ۳۳۶، ۳۳۷ مطبوع مطبعہ میمنیہ مصر، [2] کلیات العلوم لابی البقاء (دار الطباعۃ العامرۃ، مصر)

جیسا کہ احادیث و قرآن میں اس کے مختلف مواقع میں استعمال دیز لغوین محققین کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے علوم عربیہ کے مشہور ماہر عالم علامہ سید شریف نے مختصر ترین مگر جامع الفاظ میں عدل کی تعریف کی ہے یعنی :-

"الامر المتوسط بین طرفی الافراط والتفریط" [1]	افراط اور تفریط کے درمیان اعتدال کا نام عدل ہے

اس سے بھی عدل کے معنی کی وسعت اور ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے۔

اور گذشتہ صدی کے ممتاز ترین مفسر علامہ شہاب الدین آلوسیؒ نے تو گویا اس جامعیت کی تصویر ہی اپنے الفاظ میں کھینچ دی ہے آیت نحل کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ان اللہ یامر بالعدل ای بمراعاۃ	آیت ان اللہ یأمر بالعدل
التوسط بین طرفی الافراط والتفریط	کا مطلب ہے افراط و تفریط کے
وھو رأس الفضائل کلھا یندرج	درمیان توسط کا پاس و لحاظ عدل
تحتہ فضیلۃ القوۃ العقلیۃ	ام الفضائل ہے سارے فضائل اس
الملکیۃ من الحکمۃ المتوسطۃ	میں داخل ہیں غیر معمولی ذہانت اور
بین الجربزۃ والبلادۃ وفضیلۃ	حد درجہ غباوت کے درمیان متوسط
القوۃ الشھویۃ البھیمیۃ من	درجہ کا نام عقل ہے کہ جس کی فضیلت
العفۃ المتوسطۃ بین الخلاعۃ	ہے خواہش نفس کی شدت اور بے حسی
والجمود، وفضیلۃ القوۃ الغضبیۃ	کے درمیان متوسط درجہ کے نام
السبعیۃ من الشجاعۃ المتوسطۃ بین التھور	عفت ہے، غیر معمولی طاقت اور
بین التھور والجبن فمن الحکم	شہ زوری و بزدلی کے درمیان متوسط

---

[1] تعریفات السید شریف، باب العین ص ۵۸، بحوالہ اسلام کا نظام حکومت ص ۲۸۷ -

الاعتقادية التوحيد المتوسط
بين التعطيل ونفي الصانع
كما تقوله الدهرية والتشريك
كما تقوله الثنوية والوثنية
وعليه اقتصر ابن عباس في
تفسير العدل ...... وضم اليه
بعضهم القول بالكسب المتوسط
بين الجبر والقدر ومن الحكم
العملية التعبد باداء الواجبات
المتوسط بين البطالة وترك
العمل ...... والترهب
بترك المباحات ......
ومن الحكم الخلقية الجود المتوسط
بين البخل والتبذير وعن
سفيان بن عيينة ان العدل
استواء السريرة والعلانية
في العمل ...... وسأل
عمر بن عبد العزيز محمد بن كعب
القرظي عن العدل، فقال
كعب بخ سألت عن امر جسيم
كن لصغير الناس ابا ولكبيرهم

درجہ کا نام اصلی شجاعت ہے۔
اعتقادی امور میں تعطیل نیز نفی صانع
(جیسا کہ دہریے کہتے ہیں) اور شرک
(جیسا کہ ثنوی اور بت پرست کہتے ہیں)
کے درمیان درجہ معتدلہ توحید ہے،
ابن عباسؓ نے عدل کی تفسیر میں اسی کو
بیان کیا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ اس
کے ساتھ ساتھ جبر و قدر کے درمیان
معتدل درجہ کسب بھی عدل ہے اور
اسی طرح عملی امور میں عدالت نام ہے
ترک عمل، اباحت پسندی اور ترک
مباحات کے مابین واجبات کی ادائگی
پر مداومت اور عبادت، اخلاقی
امور میں بخل و اسراف کے درمیان
درجہ متوسطہ جود و سخاوت بھی عدل
ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ سے مروی
ہے کہ مخفی اور ظاہری اعمال میں اعتدال
کی راہ عدل ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ
نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے عدل
کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے
کہا خوب تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی

ابنا ولتمثل منهم اخا وللنساء
كذالك وعاقب الناس على
قدر ذنوبهم وعلى قدر اجسامهم
ولا تضربن لغضبك سوطا
واحدا فتكون من العادين[1]

چھوٹوں کے حق میں باپ، بڑوں کے لئے بیٹا، برابر والوں کے لئے بھائی اور اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بھائی بن جاؤ، لوگوں کو انکی غلطیوں کے بقدر اور جسمانی طاقت کے لحاظ سے سزائیں دو، غصہ کا اظہار ہر ایک کے ساتھ یکساں نہ کرو، ورنہ ظلم کرنے لگو گے۔

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک "عدالت" کا مفہوم | حکیم الاسلام الامام ولی اللہ الدہلوی نے اپنے مخصوص حکیمانہ اور اچھوتے انداز میں عدالت کی یہ حقیقت بتائی ہے:۔

العدالة: وهي ملكة في النفس
تصدر عنها الافعال التي تقام
بها انتظام المدينة والحي بسهولة
والنفس كالمجبول على تلك
الافاعيل[2]

عدالت انسانی نفس میں ایک خاص کیفیت کا نام ہے جو نفس سے ایسے کام کراتی ہے جن کاموں سے کسی بستی یا اسٹیٹ کا انتظام بآسانی قائم رہتا ہے اور نفس گویا ان کاموں کو فطری طور پر ادا کرتا ہے۔

واضح رہے کہ امام موصوف نے یہاں اس موقع پر "المدینۃ" اسٹیٹ کے معنی میں استعمال کیا ہے خواہ اس کا دائرہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

مشہور ماہر لغت علامہ ابو الفضل بن منظور نے عدل کے سلسلہ میں تابعی جلیل سعید بن جبیر کا حسب ذیل تحقیقی قول نقل کیا ہے:۔

---

[1] روح المعانی ص ۱۱۲۔ ج ۱۴، [2] حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۳ ج ۱، مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی الہند

وكتب عبد الملك الى سعيد
ابن جبير يسأله عن العدل
فاجابه ان العدل على اربعة
انحاء العدل في الحكم قال الله
تعالى وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ
بِالْعَدْلِ والعدل في القول
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِذَا قُلْتُمْ
فَاعْدِلُوا، والعدل الفدية
قال الله تعالى لَا يُقْبَلُ مِنْهَا
عَدْلٌ، والعدل في الاشراك
قال الله عز وجل ثُمَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ اى
يشركون له

خلیفہ عبد الملک اموی نے حضرت سعید
بن جبیر کو لکھا کہ عدل کا مطلب کیا ہے
انہوں نے جواب دیا کہ عدل کی چار
شکلیں ہیں عدل بوقت فیصلہ جیسا
کہ اللہ تعالےٰ نے کہا ہے اگر تم فیصلہ
کرو تو عدل کے ساتھ ان کے درمیان
فیصلہ کرو ، عدل بوقت گفتگو اللہ
تعالےٰ نے کہا ہے، جب تم بات کرو
تو عدل کے ساتھ بات کرو ، عدل بمعنی
فدیہ اللہ تعالےٰ نے کہا ہے "اس
(انسانی نفس) کے بدلے کوئی فدیہ قبول
نہیں کیا جائے گا عدل فی الشرک
اللہ تعالےٰ نے کہا ہے منکرین اپنے
رب کے ساتھ عدل کرتے ہیں رب
کے علاوہ دوسروں کو اس کے برابر
سمجھتے ہیں یعنی شرک کرتے ہیں ۔

"قسط" اور "عدل" | قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عدل کے علاوہ "اقساط" و "قسط" بھی ایسے موقعوں میں گویا عدل کے مرادف ہی کے طور پر استعمال ہوا ہے

لہ لسان العرب ص ۸۵ ج ۱۳ للعلامۃ ابی الفضل جمال الدین المعروف بابن منظور الافریقی المصری الانصاری الخزرجی (طبعہ اولیٰ مطبوعہ میریہ بولاق المصر سنہ ۱۳۰۲ھ)

اوپر سورۂ نساء کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ آیا ہے، اسی طرح اور بھی متعدد مواقع پر یہی فرمایا گیا ہے مثلاً سورۂ حجرات کی ایک مشہور آیت کا اختتام اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ پر ہوا ہے اس لئے نامناسب نہ ہوگا اگر نہایت مختصر طور پر قسط کی حقیقت پر بھی چند کلمات پیش کرتے چلیں مشہور جلیل القدر محدث امام محمد بن اسمٰعیل البخاری نے اپنی شہرہ آفاق اور صحیح ترین کتاب حدیث صحیح بخاری کے اواخر میں آیت قرآنی وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ کی تشریح و تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

قال: مجاھد القسطاس العدل بالرومیۃ ویقال القسط مصدر المقسط وھو العادل واما القاسط فھو الجائر[1]	حضرت مجاہد کہتے ہیں قسطاس رومی زبان میں عدل کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قسط مقسط کا مصدر ہے جس کے معنی عادل کے ہیں اور قاسط کے معنی ظالم کے ہیں۔

صاحب لسان العرب نے قسط کے بارے میں حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں:-

المقسط ھو العادل یقال اقسط یقسط فھو مقسط اذا عدل ...... والقسط العدل ... اقسط فی حکمہ عدل فھو مقسط[2]	مقسط یعنی عادل کو کہا جاتا ہے اقسط یقسط تو عدل گر دوالے کو مقسط کہا جاتا ہے ــــــ اور قسط کے معنی عدل کے ہیں ..... اقسط فی حکمہ یعنی عدل کیا تو وہ مقسط ہوا۔

شرعی قوانین میں عدل کا مفہوم مذکورہ بالا تفصیل سے اگرچہ یہ ظاہر ہوا کہ عدل کے معنی بہت وسیع اور گویا پوری زندگی پر حاوی ہیں مگر یہاں اختصار کے پیش نظر اس کے محدود

---

[1] صحیح البخاری ص ۱۱۲۶ ج ۲، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔ [2] لسان العرب ص ۵۲ ج ۹

معنی یعنی قوانین شرعی اور اس کے نفاذ میں عدل پر ہی اپنے بحث کو مرکوز رکھتے ہوئے آئندہ سطروں میں معروضات پیش کی جائیں گی۔

قانونی عدل کے لئے دو ضروری باتیں۔ اس معنی میں عدل کے بروئے کار آنے کیلئے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے ایک ان قوانین اور قاعدوں کا مبنی بر انصاف اور عدل کی حقیقت کا آئینہ دار ہونا جن پر فیصلوں کی (بلکہ کہنا چاہیئے پورے معاشرے کی) بنیاد ہے دوسرے ان عادلانہ قوانین کا منصفانہ طور پر استعمال اور اس کے مطابق ہر ایک کو اس کا صحیح حق پہونچنا پہلی بات گویا نفس شریعت اور اسلام ہی سے عبارت ہے کم سے کم کسی مسلمان کو تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ شریعت اور اسلامی قوانین کا پروردگار عالم (جس کی ایک صفت عدل اور عادل بھی ہے) کی طرف نازل ہونا اور انسان کی دماغی محنت وقوت سے (جو نہایت عالی دماغ اور منصف مزاج ہوتے ہوئے بھی جذبات وعواطف اور ذاتی رجحانات نیز طبعی کمزوریوں سے بلند نہیں ہوسکتا جس کا لازمی اثر اس کا نتیجہ ہائے فکر پر پڑنا بھی ناگزیر ہے اس سے) ماخوذ نہ ہونا ہی ان قوانین کے منصفانہ اور عادلانہ ہونے کی نظری دلیل بننے کے واسطے کافی ہے مگر یہاں صرف اس نظری دلیل پر ہی اکتفا کرنا نہیں بلکہ اس کے عملی شواہد اور واقعاتی دلائل کا پیش کرنا بھی ضروری نظر آرہا ہے۔

مساوات کا اسلامی تصور۔ اس بارے میں شریعت اسلامی کی روح اور اس کے قوانین کی اساس کی وضاحت کے لئے ہم یہاں کچھ حصے سید قطب الشہید کی شہرہ آفاق کتاب "العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام[1]" سے جستہ جستہ پیش کر رہے ہیں۔ جسے اپنے اسلوب مخصوص دیکھ کر

---

[1] العدالۃ الاجتماعیۃ ص ۲۴، ۲۵ الطبعۃ السابعۃ ۱۳۸۶ھ و ۱۹۶۷ء واضح رہے اس کتاب کے بعض حصوں، اس کے اندر پیش کئے گئے بعض خیالات سے مقالہ نگار کو اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو یہ سخت مضر بلکہ گمراہ نہ سمجھتا ہے ان قابل اعتراض حصوں کو چھوڑ کر یہ کتاب اہم ہے

اور طرزِ ادا میں عصری ہونے کے لحاظ سے ایک طرح کی انفرادیت حاصل ہے اور جس سے شرعی قوانین میں عدل کی حقیقت سامنے آجاتی ہے لکھتے ہیں :-

کان تصور الاسلام ان	اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسانیت
الانسانیة وحدة تفترق	ایک اکائی ہے اس کے اجزا اس
اجزاء ها لتجتمع، وتختلف	لئے متفرق ہیں تاکہ مجتمع ہوں اس
لتتسق وتذهب بشتی المذاهب	لئے مختلف ہیں تاکہ ایک دوسرے
لتعاون فی النهایة بعضها	سے متصل ہوں مختلف راستوں پر
مع بعض کی تصبح صالحة	اس لئے چلتے ہیں تاکہ اخیر میں ایک دوسرے
لتعاون مع الوجود الموحد	سے تعاون کریں۔ اور سب مل کر
	ایک جسم بن جانے کے واسطے ایک
	دوسرے کے تعاون کے لائق بن سکیں

پھر اپنے مدعا کا اثبات (وحدت انسانی کی اساس کا تصور دینے والی) مشہور آیت قرآنی سے کرتے ہیں (یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا) اس کے آگے فرماتے ہیں :-

ونظام الحیاة لایستقیم حتی یتم	زندگی کا نظام اسی وقت درست
هذا التعاون والتناسق وفق	ہوگا جب یہ تعاون و تناسق اللہ
منهج الله وشرعه وتحقیقه	کے طریقہ اور اس کے قانون کے مطابق
واجب لصالح الانسانیة	ہوگا۔ اس تعاون کا برپا کرنا پوری
کلها حتی لیباح استخدام القوة	انسانیت کی بھلائی کے لئے از بس
لارجاع من یشذ من هذا	ضروری ہے تاکہ اس نظام حیات
المنهج الیه.	سے گریز کرنے والے کو بزور و بقوت

واپس لایا جا سکے۔

اس پر استدلال ان آیات سے کرتے ہیں: انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض (مائدہ ۳۳) نیز وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا (الحجرات ۹) اور ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض (بقرہ ۲۵۱) اس کے بعد فرماتے ہیں:-

فالاصل ھو التعاون والتعارف	تو اصل مقصود اللہ کے نظام اور
والتناسق فی حدود منہج اللہ	اس کی شریعت کے دائرہ میں باہم
وشرعہ ومن شذ علی ھذا	تعاون وتعارف اور میل جول ہے
الاصل فلیرد الیہ بکل طریق	جو اس اصل سے ہٹے تو اس کو پھر اسی
لان سنۃ اللہ فی الکون	اصل کی طرف جس طرح بھی ممکن ہو
اولی بالاتباع من اھواء	لوٹا لینا چاہئے کیونکہ اللہ کے تکوینی
الافراد والتکافل بین الجمیع	نظام کی پیروی افراد کی ہواؤں سے
یتفق مع غایۃ الکون الواحد	زیادہ لائق اطاعت ہے سب کے
وغایۃ خالقہ الواحد سبحانہ	درمیان تکافل اس دنیا کے مقصد
فاذا نحن وصلنا الی الانسان	اور اس عالم کے خالق کی غرض کے
الجنس والانسان الفرد	عین مطابق ہے اگر ہم انسانوں
فھو وحدۃ کاملۃ۔	کو بحیثیت مجموعی اور انفرادی اکٹھا
	کرلیں تو یہی کامل وحدت ہے۔

وحدت انسانی | یہی وحدت دراصل عدل حقیقی کی اساس ہے اور تمام قوانین شرعی میں اسی کی نمود ہے۔ جب انسانوں میں وحدت کا حقیقی تصور پیدا ہو جائے گا تب حقیقی مساوات (جو عدل کے مرادف ہے) ظہور میں آئے گی پھر جہاں ایک طرف ترازو کا پلڑا جھکتا نظر آئے گا۔ دوسرے کو اسی طرح جھکا کر یا پہلے کو اٹھا کر دوسرے کے برابر کر دینا ہی حقیقی عدل ہوگا۔ چنانچہ تمام قوانین شرعی میں اسی کی رعایت ہے یہی وجہ ہے کہ مظلوم کو ظالم سے بقدر ظلم دلایا جاتا یا ظالم سے اتنا کم کر لینا جتنا اس نے مظلوم سے کیا ہے تمام تعزیری قوانین میں اصل الاصول قرار دیا گیا ہے قرآن کی بہت سی آیات (مثلاً فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ (البقرہ ۱۹۴) وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ (نحل) اور احادیث نبویہ مثلاً "الغنم بالغرم" "الخراج بالضمان" میں یہی اصول بتایا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ مظلوم دنیا میں اپنی کمی کی تلافی کر کے برابری کی سطح پر (مذکورہ قانون کے سہارے) آجانے کے بجائے آخرت میں اس کمی کی تلافی کرنا چاہے اور یہاں کے نقصان کو وہاں کے نفع پر قربان کر دے تو یہ اعلیٰ ترین کردار اور مکارم اخلاق کی بات ہوگی اسی کو "احسان" اور صبر سے تعبیر کیا گیا ہے (لیکن یہ صورت بھی گہری نظر سے دیکھی جائے تو ہے عدل ہی کی مگر نہایت لطیف اور اعلیٰ نیز نافع تر) اشیاء مغصوبہ کا تاوان نفس اور مادون النفس کی دیات پہلی صورت (یعنی مظلوم کو ظالم سے بقدر ظلم دلوانے) کی مثالیں ہیں۔ اور ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن خاص طور پر اس صراحت کے ساتھ کہ الجروح قصاص دوسری صورت (یعنی ظالم سے اتنا کم کر لینا کہ جتنا اس نے مظلوم سے کیا ہے) کی۔ اور اس عدل و مساوات کے حدود کی وسعتوں کا اندازہ اس سے کیجیے کہ مظلوم و ظالم کی حیثیتوں میں عرفی تفاوت، نسبی اختلاف و وطنی امتیاز، حتیٰ کہ مسلکی فرق دیگر مجدد شکلوں کے بھی حائل نہیں ہوتا اور اصول بھی مسلمات کا درجہ رکھتا ہے چنانچہ مشہور شافعی عالم جنہیں مسائل قضا کے وسیع علم اور امتیاز و اشتغال کی بنا پر "اقضی القضاۃ"

کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے (یعنی ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری المعروف بالماوردی) اپنی معروف کتاب الاحکام السلطانیہ[1] میں اصول قضاء بیان کرتے ہوئے ایک اصل یہ تحریر فرماتے ہیں :-

التسویۃ فی الحکم بین القوی و الضعیف والعدل فی القضاء بین المشروف والشریف۔	کمزور اور طاقتور اور شریف و غیر شریف کے درمیان برابری کا برتاؤ کرنا کچہری میں اور فیصلہ میں انصاف کا تقاضہ پورا کرنا ضروری ہے۔

علامہ موصوف نے اس اصول کے اثبات کے لئے دلیل کے طور پر یہ آیت قرآنی بھی تحریر فرمائی ہے قال اللہ تعالیٰ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب ۔ اور پھر حضرت عمر کے ابوموسیٰ اشعری کے نام کا اس تاریخی خط کا حوالہ دیا ہے جو قضاء کے اصول نیز قاضی کے لئے انتہائی اہم اور دور رس اثرات کی حامل ہدایتوں پر مشتمل ہے ۔ یہاں اس وقت صرف خط کا متعلقہ حصہ ہی نقل کیا جاتا ہے (خط اپنی پوری تفصیلات اور متعلقات کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے)، اس میں ہے۔

اس بین الناس فی وجھک و عدلک ومجلسک حتی لا یطمع شریف فی حیفک ولا ییأس ضعیف من عدلک۔	لوگوں کے درمیان اپنی مجلس میں اپنے روبرو انصاف سے کام لو تاکہ کوئی ذی وجاہت شخص تم سے ظلم کی امید نہ رکھے اور کوئی کمزور شخص تمہارے عدل سے مایوس نہ ہو۔

---

[1] الاحکام السلطانیہ ص ۶۸ مطبعہ الوطن المصر ۱۲۹۸ھ

اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق نہیں قانون کے نفاذ میں | خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کا یہ ہدایت دینا۔ یا أتهی القضاۃ کا وہ اصول ذکر کرنا محض رائے اور ان کے اجتہاد فکر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ اثر ہے ان صریح اور قوی تعلیمات کا جو قرآن مجیدؒ نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر اقوال میں موجود ہیں اس مسئلہ کی بنیادی آیت کا ذکر تو سید قطب شہید کے کلام کے ذیل میں آچکا ہے اس کے بعد احادیث کے کثیر اور وافر ذخیرہ میں سے چند حدیثوں کا پیش کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے مشہور جلیل القدر محدث امام مسلم بن الحجاج القشیری نے اپنی صحیح میں یہ حدیث تخریج کی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
قال ان اللہ اوحی الیّ ان تواضعوا	فرمایا اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ
حتی لا یفخر احد علی احد ولا	تم تواضع و انکساری کے ساتھ رہو
یبغی احد علی احدؒ	تاکہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے
	اور نہ کسی شخص پر ظلم و ستم کرنے لگے،

ایک اور حدیث میں جسے دو جلیل القدر مشہور محدثوں ابو عیسیٰ ترمذی اور ابوداؤد نے اپنی کتابوں میں تخریج کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر بالانساب اور احساس برتری کی اس طرح مذمت اور بیخ کنی کی ہے۔

ان اللہ قد اذھب عنکم عبیۃ	اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور
الجاھلیۃ وفخرھا بالآباء انما	آباو اجداد پر فخر کرنے کی بیماری کو
ھو مومن تقی او فاجر شقی انا	دور کر دیا ہے اب یا تو پرہیزگار
کلھم بنو آدم وآدم من تراب	مومن ہے یا بدبخت نافرمان،

لہ صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷، ج ۲، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، کلہ ترمذی ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۱۸ بقیہ آئندہ۔

سارے لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور
آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے ۔

ایک اور حدیث جسے جلیل القدر امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں جگہ دی ہے میں بہت ہی عجیب و لطیف انداز میں اونچ نیچ کے ختم کرنے اور تمام انسانوں کے برابر اس طرح اعلان کیا گیا ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسابکم ھذہ لیست بمسبۃ علی احد کلکم بنو آدم طف الصاع بالصاع لم تملؤہ لیس لاحد علی احد فضل الا بدین و تقوی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ کسی کا بھی نسب اس کے لئے گالی اور عیب کی بات نہیں ہے تم سب کے سب ایک ہی شخص آدم کی اولاد ہو کسی کو کسی پر اس حیثیت سے قطعاً امتیاز کا حق نہیں ہاں دین اور تقویٰ کے لحاظ سے فرق مراتب ہو سکتا ہے

اور یہ مساوات عوام اور رعایا کے افراد ہی کے درمیان نہیں قائم کی گئی بلکہ حاکم و محکوم مرد مامور حتی کہ خلیفہ اور عام رعایا کے درمیان بھی اسی درجہ کی رکھی گئی ہے چنانچہ خلیفہ اگر کسی عام شخص کے حق کو دبا بیٹھے یا اور کسی طرح کے جرم کا ارتکاب کرے تو وہ بھی اسی درجہ اور اسی قسم کی سزا کا مستحق ہوگا جس کا ایک عام مجرم ہوتا ہے اور یہ اصول محض کہنے اور سننے یا صرف

.... بقیہ گزشتہ ۔ اس موقع پر وہ مشہور واقعہ بھی ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ قریش کی ایک معزز خاتون سے چوری کی حرکت سرزد ہو گئی تو لوگوں نے اسے سزا سے بچانے کے لئے نبی اکرم ؐ سے سفارش کرنی چاہی تو آپ نے نہایت غضبناک لہجہ میں فرمایا اتشفع فی حد من حدود اللہ ...... والذی نفس محمد بیدہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرلی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا لہ ایضاً عن البیہقی و مسند احمد

سنانے کے لئے نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے لیڈروں کا عام شیوہ بن گیا ہے بلکہ اس کو سب سے پہلے انسانیت کے سب سے اعلیٰ فرد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر برت کر دکھایا اس کے بعد ان کے سچے جانشین خلفاء راشدین نے بھی بلاکم وکاست اپنا کر دکھایا جس کی متعدد مثالیں سید شہید عبدالقادر عودہ رحمہ اللہ کی بیش قیمت کتاب "التشریع الجنائی" سے پیش کی جاتی ہیں جو مصنف مرحوم نے مراجع کی نشاندہی کے ساتھ لکھی ہیں یہاں کتاب مذکور جلد اول کے عنوان "المساواۃ بین الرؤسا ء الدول والرعایا" حکومت کے ذمہ داروں اور رعایا کے درمیان مساوات" کے کچھ اہم حصے معمولی حذف وتغیر کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں:-

تسوی الشریعۃ بین رؤساء الدول والرعایا فی سریان القانون ومسئولیۃ الجمیع عن جرائمھم ومن اجل ذالک کان رؤساء الدول فی الشریعۃ اشخاصا لاقداسۃ لھم لایمتازون علی غیرھم واذا ارتکب احدھم جریمۃ عوقب علیھا کما یعاقب ای فرد -

اسلامی شریعت میں قانون کی نفاذ کے بارے میں حکومت کے ذمہ داروں اور رعایا کے درمیان یکساں برتاؤ ضروری ہے۔ اور شریعت سب ہی کو قانون پر عمل درآمد کا ذمہ دار سمجھتی ہے اس لئے شریعت کی نگاہ میں ملک کے سربراہوں کو دوسروں کے مقابلہ میں کوئی تقدس یا امتیاز حاصل نہیں ہے اگر ان میں سے کوئی کسی جرم کا ارتکاب کرے تو ایک عام فرد کی طرح وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا۔